۱

میرے رب کی گرفت بڑی ہی سخت ہے

اس کا زخموں سے چور جسم بے آب مچھلی کی طرح آخری بار تڑپا اور اس کے ساتھ ہی اسے ابکائی ہوئی اور ڈھیر سارا خون تھوکتے ہی اس کا وجود مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ اس کی بے نور آنکھوں میں ایک مبہم سا پیغام میں نے پڑھا۔ شائد وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔ فتح ہماری ہی ہوگی انشاء اللہ ایک دن اسلام کا بول بالا ہوگا۔

میں نے پرنم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنی چادر کا ایک حصہ پھاڑ کر اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔ کہ اس کے علاوہ ہمارے پاس کفن کے نام سے اور کچھ بچا ہی کہاں تھا سوائے چند رومالوں اور چادر نما دوپٹوں کے ہمارے پاس ایسا کوئی کپڑا نہ بچا تھا جسے کفن کے طور پر یا پھر اپنے شہدا کو نشانی کے طور پر ہی دے سکتے اور پھر میں دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہوگئی۔ قطرہ قطرہ پانی کی چند بوندیں نئے زخمیوں کے منہ میں ٹپکائیں۔ مرہم پٹی کے لئے جتن کرتے ہوئے بھی میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ دل میں طوفان اٹھ رہے تھے۔ لبوں پر مہر سکوت اور آنکھوں میں یاس و نا امیدی ... ہونٹوں پر دعائیں۔

ہم جو زخمیوں کی خدمت کرنے کے لئے دن رات جی جان سے تیار رہتے تھے درحقیقت انتہائی بے بسی اور بے چارگی کا شکار تھے ہمارے پاس فسٹ ایڈ کا سامان ناکافی تھا۔ تکلیف کی شدت کو کم کرنے کیلئے کوئی دوا دستیاب نہ تھی اور ایسا کچھ بھی انتظام نہ ہو سکا جو جینے کا آسرا ہو سکے پھر بھی حوصلے بلند تھے اور جگر میں درد و سوز جب جب جلے کٹے معصوم بچے بوڑھے یا جوان مرد و خواتین کو ہمارے رضاکار جوان اس تہہ خانے میں چھوڑ کر جاتے تو ہم سب ان کے زخموں پر مرہم پٹی رکھنے کی ناکام کوشش کرتے تھے مگر اتنے بے شمار زخمیوں کے لئے یہ چھوٹی سی جگہ کسی طور پر بھی آرام دہ ہرگز نہیں تھی۔ اور ناکافی بھی تو تھی کیونکہ طبی امداد کے لئے بس تنگی زمین پر لائن در لائن جھلسے ہوئے ادھورے جسم پڑے سسک رہے تھے۔ کراہ رہے تھے۔ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہے تھے

درد و کرب میں بلک رہے تھے، اس پر ادویات پٹیاں غذا بھی
قریب قریب ختم ہو چکی تھیں۔ مگر کفار و شیاطین کا انسانی جانوں
سے حیوانی کھیل ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا اور اسرائیل کی گورنمنٹ
ہلاکو۔ ہٹلر۔ چنگیز خان۔ فرعون۔ شمر۔ نمرود اور یزید سے زیادہ
نام کمانے کی ہوس میں بیگناہ شہریوں پر اندھا دھند آگ کے
گولے برسائے جا رہا تھا اس کے اندر کا بھگوڑا مجرم پھر سے لوٹ آیا
تھا اور اس کی فطرت کی شیطانیت پوری طرح بیدار ہو چکی تھی
بیگن جو ہٹلر کی طرح نجانے کتنے جرائم کا مرتکب بن چکا تھا
وہ جو ایک مفرور مجرم تھا جب سے اسرائیل کا وزیر اعظم بن
چکا تھا اس کے جرائم کا رجسٹر لپیس پشت ڈال دیا گیا تھا اور
اب وہ مفرور مجرم معزز شخص کہلاتا تھا اور وہ گدھوں کا باپ بن بیٹھا تھا
یہ تو زمانے کی ریت ہے کہ بدمعاشوں سے سب ہی ڈرتے ہیں۔ شرفا
تو شرفا چھوٹے موٹے غنڈے بھی نامور غنڈوں بدمعاشوں سے ڈر کر انکو اپنا
پیر و مرشد مان لیتے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا
شائد اسی لئے تو نہ صرف عرب برادری بلکہ پورے یورپین ممالک
بھی سب مظالم دیکھ کر ابھی تک خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں

اب جبکہ فلسطین اور لبنان کے بےگناہ شہریوں پر عرصۂ حیات
تنگ ہو چکا ہے قوم کے نوجوان اپنے ملک و ملت کے لئے اپنی جانیں
قربان کر رہے ہیں جبکہ ان نوجوانوں کے پاس نہ تو جدید ہتھیار
ہیں اور نہ ہی ہتھیار حاصل کرنے کے لئے وسائل ہیں۔

ان مجاہدوں کے پاس اگر کچھ ہے تو صرف اور صرف جذبۂ جہاد ہے
آخر اس مظلوم قوم کا قصور کیا ہے؟ جس کے باعث یہ سب
مجرم گردانے گئے ہیں یہ مظلوم قوم کن جرائم کی پاداش میں ملبوں
کے ڈھیر تلے دبائی جا رہی ہے؟ کیوں آگ کے سمندر میں جل جل کر اپنے
ہی خون میں لت پت ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے؟
کیا اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں؟ یا پھر یہ کہ وہ محب وطن ہیں

ہاں ہاں! اس کے علاوہ ان کا کوئی جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے ان
کی زندگی کی تمام راحتیں سکھ اور چین کا ایک ایک لمحہ اور خوشی

کا ہر ایک احساس ان سے چھین لیا گیا ہے نہ صرف یہ بلکہ اب ان کی
مقدس زمین وہ جنت ارضی لبنان جس کو اسرائیلی درندوں نے اپنے
شیطانی مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے ویرانے اور کھنڈر میں بدل کر
رکھ دیا ہے اور اب ان کھنڈرات کو بھی بے گناہ لبنانی باشندوں سے
چھین لینے کے لئے بے چین ہیں ہر روز نت نئی سکیم بنا بنا کر نت
نئے الزامات لگا کر حملے پر حملے کئے جاتے ہیں۔ نہتوں پر بم برساتے ہیں
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر ظالم کفار۔ فلسطینی اور لبنانی لٹے پٹے
بھوکے ننگے زخمی اور بیمار بے بس اور لاچار شہریوں کے قدموں تلے
کی زمین بھی کھینچ لینا چاہتے ہیں، تو پھر کوئی بتائے کہ یہ مظلوم جائیں
تو کہاں جائیں؟ وہ بے بس اور بے یار و مددگار لوگ تصویر حیرت بنے
ہوئے ہیں وہ مظلوم سراپا سوال بنے ہوئے ہیں وہ مجسم فریاد بنکر
پوچھ رہے ہیں کہ ہم کہاں رہیں؟ کیا پہن کر اپنا ستر ڈھانپیں اور
کیا کھا کر اپنے پیٹ کے ایندھن کا بندوبست کریں؟؟؟ اور
بموں سے جلتے جسم آگ سے جھلسے وجود پر کونسی مرہم لگائیں؟؟؟
کہ اب یہ جلن برداشت نہیں ہوتی۔ یہ کمزور ناتواں زخموں سے چور افراد
ان سراپا سوال محب وطن غازیوں کی کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ جہاں رہ کر
یہ اپنی باقی ماندہ زندگی باعزت باوقار اور ایک اوّل درجے کے شہری
کے طور پر گزار سکیں۔ سکھ کا سانس لے سکیں سکون کی نیند میسر ہو سکے۔ کچھ
معدودِ چند حکمران دل سے ان مظلوم افراد کے حامی تو ہیں مگر اپنی
کمزور حکومتوں اور اپنی چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے چھن جانے کے خوف
سے ان کمزور مظلوموں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان بے گھر
افراد کی کفالت کا ذمہ لینے کی پوزیشن میں ہیں یوں بھی ایک
ظالم و جابر قوم سے ٹکر لے کر ان لٹے پٹے خانہ خراب افراد کو پناہ
دے کر وہ اپنے امریکی اور اسرائیلی ناخداؤں کو ناراض نہیں کرنا
چاہتے۔ اگر امریکہ اور اسرائیل ناراض ہو گیا تو یہ رلیس کے
گھوڑے کہاں دوڑائیں گے کو سینو کی رونق بھی ان کے دم قدم
سے بڑھتی ہے اور پھر ان کی بیگمات نے شاپنگ بھی تو امریکہ میں
جا کر ہی کرنی ہوتی ہے یہ بھول رہے ہیں کہ
میرے رب کی گرفت بڑی ہی سخت ہے جب چاہے جہاں چاہے پکڑ لے۔

اے کافرو مت بھولو یومِ حساب آئے گا وہ وقت دور نہیں جب تم خود
ہی اپنی ظلم وجبر کی بنائی ہوئی بے حسی اور خود غرضی کی فلک بوس
عمارت کے ملبے تلے دب کر رہ جاؤ گے ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے
تب تم میں سے اگر کوئی بچ گیا تو وہ خود سے یہ سوال کرے گا کہ اب میں
کہاں جاؤں؟ مجھے کہاں پناہ مل سکتی ہے؟ میری منزل کہاں ہے؟ کیا مجھے
کہیں سے روٹی کا ایک ٹکڑا مل سکتا ہے؟ کاش پانی کے چند گھونٹ کہیں
سے مل جائیں تاکہ اپنے سوکھے اور پپڑی جمے ہونٹ گیلے کر سکوں اپنا
خشک ہوا حلق تر کر سکوں اے غرور وکبر میں اکڑتے کافرو چلادو ا
انتظار کرو اور یقین کرو جب تمہارا اعمال نامہ تمہارے منہ پر مار
دیا جائے گا آئینہ تمہارے سامنے ہوگا وہ وقت ضرور آئے گا جب
تمہارے اَنگنت جرائم کی سزا تمہیں مل جائے گی تمہاری آنکھیں حیرت
سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ تم اپنی قوتیں کھو دو گے لبوں پر تالے ہوں گے

اے غرور وکبر میں ڈوب کر مظالم کی بستیاں بسانے والو ابھی وقت
ہے اپنی بے حسی اور تکبر کی چادر اتار دو۔ اللہ کے سامنے گڑگڑاؤ
اپنی محرمات زندگی سے منہ موڑ لو توبہ کے دروازے پر گر
جاؤ ورنہ یاد رکھو۔ سارا غرور وکبر اللہ وحدہٗ لاشریک کو زیبا ہے
اور میرے ربّ کی گرفت بڑی ہی سخت ہے

زندگی میری ہے طائف کے سفر کا پرتو ، میں نے پائی ہے ستم سہنے کی عادت تجھ سے

I

نجانے کیوں

ہونٹوں کی ہنسی سے کیا ہوگا اے دوست تجھے اندازہ دل
پردے میں تبسم کے اکثر فریاد بھی پائی جاتی ہے۔

میں اسے اتفاق ہی کہہ سکتی ہوں کہ جب بھی تکبیر کہہ کر نماز پڑھنا شروع کرتی ہوں اسی پل یا تو فون کی گھنٹی بجتی یا پھر گھر کے دروازے کی گھنٹی بجنا شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے اوقات میں کم از کم میں تو نماز میں پوری توجہ اور تسلسل قائم نہیں رکھ سکتی۔

بے شک بے مزہ ہو کر نماز کی رکعتیں پوری کر کے سلام پھیرنے تک اگر اٹھ کر فون سنوں یا پھر دروازے پر دیکھنے جاؤں حالانکہ جب تک سلام پھیرتی ہوں عموماً فون بند ہو جاتا ہے اور دروازے سے بھی مہمان جو کہ اللہ کی رحمت ہوتے ہیں واپس لوٹ کر جا چکتے ہیں کیونکہ مجھے تو دو رکعت پڑھنے میں بھی پانچ منٹ تو لگ ہی جاتے ہیں جبکہ بیشتر لوگ اتنے وقت میں چار رکعت پڑھ کر فارغ ہو چکتے ہیں۔

بہرحال آج بھی میرا فون بجتا ہی رہا یہاں تک کہ میں نے سلام پھیر کر ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے میرا فیملی ڈاکٹر جو کہ اپنی سرجری سے فون کر رہا تھا وہ بولا۔ ہیں جی کیسی ہو؟ الحمد للہ خیریت سے ہوں میں نے جواب دیا۔ اچھا کیا کر رہی تھیں؟ اس نے پوچھا جی میں نماز پڑھ رہی تھی میں نے جواب میں کہا تو وہ پھر پوچھنے لگا اچھا تو کیا نماز پڑھ لی ہے؟

جی ابھی آدھی نماز باقی ہے میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔
اچھا اچھا چلیں باقی نماز بھی اب پڑھ لیں اس کا جواب سنکر میں نے الجھتے لہجے میں پوچھا فون کیوں کیا تھا؟ اس کا جواب تھا کہ ویسے ہی میں نے سوچا خیر خیریت پوچھ لوں کہ سب ٹھیک ہے؟ اچھا اب بائے اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔ اب تو میرا پارہ چڑھ چکا تھا بلڈ پریشر تو یوں بھی ہائی رہتا ہے بمشکل نماز مکمل کر لی جبکہ مکمل حضوری کی عبادات تو مقدر سے ہی ہوتی ہیں اس پر ذہنی فتور میں عبادت بے مزہ ہو کر رہ گئی

میرے ذہن میں مسلسل یہ ہی سوال گردش کر رہا تھا کہ آخر اس لایعنی فون کال کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ میں گھر کے کام کاج میں مصروف ہو کر بھی یہ ہی سوچ رہی تھی کہ ڈاکٹر نے فون کس لئے کیا تھا؟ کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اور دروازے کی گھنٹی بجی دیکھا تو میری پڑوسن آ گئی تھی۔ اس پڑوسن نے بتایا کہ فلاں عورت کو گورے یعنی انگریز آدمی نے قتل کر دیا ہے۔ اس سے معاملہ میری سمجھ میں آیا کہ ڈاکٹر نے مجھے کس وجہ سے فون کیا تھا۔ در اصل وہ مقتولہ میری ہم نام تھی مگر میں اس کو اپنی کہانی میں سمیعہ کے نام سے یاد کروں گی۔

مجھے بتایا گیا کہ گذری رات کے دس بجے کے قریب سمیعہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ ہی وجہ تھی کہ میرے ڈاکٹر نے صبح کی خبریں سنکر فکر مند ہو کر میرے گھر فون کر کے تصدیق چاہی کہ کہیں اس کی مریض کو تو کسی نے جام شہادت نہیں پلا دیا اس لئے ڈاکٹر نے میری خیر خبر پوچھ کر اپنی تسلی کر لی مگر مجھے کچھ بتایا نہیں تھا۔

اور میں پریشان ہو گئی کہ ڈاکٹر نے مجھے بلا وجہ فون کیوں کیا تھا؟ مگر اب پتہ چلا کہ فیملی ڈاکٹر دیکھنا چاہتا تھا کہ آیا کہ میں ابھی اس دنیا کے سٹیج پر اپنا کردار ادا کر رہی ہوں یا پھر۔۔۔۔

یہ مقتولہ سمیعہ چند سال قبل میرے گھر سے غالباً 25-30 گھر پرے پچھواڑے کی گلیوں میں کہیں رہا کرتی تھی۔ اس کی شادی کو کئی سال ہونے کو آئے تھے مگر اولاد کوئی نہیں تھی اس کے کہنے مطابق ان کا گھریلو ماحول کچھ ٹھیک نہیں تھا اور اکثر ان کا گھر میدان کارزار بنا رہتا تھا کئی بار پولیس کو مداخلت کرنا پڑتی یہ سب باتیں وہ خود ہی میرے گھر آ کر بتایا کرتی تھی۔ اپنے دکھڑے سنا کر چلی جایا کرتی۔

جب اس کا شوہر عمران نوکری پر چلا جاتا تو وہ محلے کے سارے گھروں میں گھومتے پھرنے نکل کھڑی ہوتی اور جس کے گھر بھی جاتی سب کو یہ تاکید ضرور کرتی کہ میرے شوہر کو یہ پتہ نہ چلے کہ میں تمہارے گھر آتی ہوں۔ سمیعہ میرے گھر بھی ہر روز ہی آیا کرتی اور جانے سے پہلے ہر روز یہ ہی تنبیہ تاکید کرتی کہ میرے شوہر کو مت بتانا کہ میں تمہارے گھر آئی تھی۔ ورنہ وہ میرا برا حشر کر دے گا۔

ایک روز میں خود پر قابو نہ رکھ سکی کیونکہ مجھے بہت برا لگا کہ ایک تو ہر روز میرے گھر آ جاتی ہے اس پر اس کو اچھی طرح معلوم

ہے کہ میں کبھی اس کے گھر نہیں گئی اور حقیقت تو یہ تھی کہ مجھے اس کے
گھر کا نمبر بھی معلوم نہیں تھا پھر میرا اس کے شوہر سے مل کر اسے
بتانا کہ سمیعہ میرے گھر آیا کرتی ہے اس بات کا کوئی امکان ہی
نہ تھا پھر یہ ایسی بات کیوں کہتی رہتی ہے ؟ اس کا کیا مطلب ہے۔
اس لئے میں نے اسے کہا کہ سمیعہ اگر ہم لوگ اتنے ہی برے ہیں کہ تمہارا
شوہر تمہیں ہمارے گھر آنے سے منع کرتا ہے تو پھر تم کیوں یہاں آیا کرتی
ہو؟ اور آتی ہو تو میرا کیا سنوار دیتی ہو ؟ میرا خیال ہے
کہ تم میرے حال پر رحم کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ بہتر
ہوگا اگر تم میرے گھر آنا چھوڑ دو تو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی
ویسے بھی تمہارے جیٹھ جٹھانی جو کہ تمہارے کزن بھی ہیں اور تمہارے
بھائی بھابھی کے علاوہ تمہارے چچا چچی ان سب کے لڑکے لڑکیاں
اتنی لمبی چوڑی فیملی ہے ان کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی
تمہاری نند کی فیملی ماموں کی فیملی یعنی اس شہر میں اور دوسرے
شہروں میں بھی کتنے بہت سارے رشتے دار رہتے ہیں اس لئے اگر
تم کسی غیر سے نہ بھی ملنا ملانا رکھو گی تو پھر بھی تمہیں کوئی کمی یا
تنہائی محسوس نہ ہوگی تم تو اپنوں سے ہی ملتے ملاتے تھک جاؤ گی۔
تم مجھے دیکھو تن تنہا ہوں لے دے کر سوائے میری دونوں بیٹیوں
کے اور کوئی بھی نہیں ہے جب میری بیٹیاں سکول چلی جاتی ہیں تو
اللہ پاک اور رسول پاک کے سوا کوئی نہیں ہوتا پھر بھی صبر شکر
کرکے زندگی کے دن کاٹ رہی ہوں۔ کبھی کہیں جانا آنا بھی نہیں ہوتا۔
جب سمیعہ نے دیکھا کہ مجھے اس کی بات پر رنج ہوا ہے تو وہ بولی
باجی دراصل بات یہ ہے کہ جب میں اپنی نند کے شہر رہتی تھی تو
میرے نندوئی نے مجھ سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تھی تو میں
نے اپنے شوہر کو بتا دیا تھا تب تو میری نند اور نندوئی کے
ساتھ بہت جھگڑا ہو گیا تھا جس کے بعد سے میری نند اور اس کی
فیملی سے ہم نے قطع تعلق کر رکھا ہے اس حادثے کے بعد سے
میرا شوہر کہتا ہے کہ جب آج کے دور میں اپنوں پر اعتبار
نہیں کیا جا سکتا تو پھر اور کسی کا کیا بھروسہ ؟ تم کسی کے گھر نہ جانا
عمران کا کہنا ہے کہ تمہیں جہاں بھی جانا ہو۔ تم میرے ساتھ ہی جایا

4

کرو۔ ورنہ گھر میں رہا کرو۔ مگر میں تو گھر میں بور ہو جاتی ہوں تب ہی
گھومتے پھرتے نکل پڑتی ہوں۔ اپنے گاؤں میں بھی میں سب کے گھروں
میں روز جایا کرتی تھی اسی لئے میرا نام پھرکی پڑ گیا تھا۔ کہ ہر وقت
پھرتی رہتی ہے۔ سمیعہ نے بڑی سادگی سے اپنی ساری کہانی مجھ سے
کہہ دی۔ اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتے ہوئے اپنا کھانا
تیار کرتی رہی۔ میں تو گھریلو کام کاج میں مصروف ہوں یاں کوئی رہتی تھی۔
اکثر اوقات جب عمران اور سمیعہ کا آلپس میں جھگڑا بڑھ جاتا تو
ان کے عزیزوں کو صلح صفائی کرانا پڑتی تھی۔ سمیعہ کا کہنا تھا
کہ عمران جب گھر میں شراب پیتا ہے تو میری تسبیح کو اپنے سر پر سجا
لیا کرتا ہے اور کبھی گلے میں ہار بنا کر پہن لیا کرتا ہے اور وہ گوریوں
کے ساتھ بھی رہتا ہے اس کا کہنا تھا کہ عمران کہتا ہے تم کالی پیلی
ایشین عورتوں سے کیا لینا انگریز عورتیں تو نظارے دکھا دیتی
ہیں زندگی کا مزہ تو گوریوں یعنی انگریز عورتوں کے ساتھ رہنے
میں ہے۔ مردے میں بھی جان ڈال دیتی ہیں یہ پریاں ہیں شراب کا نشہ رکھتی ہیں
ایک دن اس نے عمران کی فوٹو بھی لا کر دکھائی جس میں شراب کی بوتل
میز پر رکھی ہوئی تھی اور ایک گلاس میں شراب جو وہ گھونٹ بھی
بھر رہا تھا اور اس نے اپنے سر پر تسبیح بھی سجا رکھی تھی۔ مجھے فوٹو دکھائی
دوسری طرف عمران کا کہنا تھا کہ لوگوں کی عورتیں خود سے کما کر گھریلو
اخراجات پورے کرتی ہیں۔ جبکہ میں سمیعہ کو گھر بیٹھے کھلے ہاتھ سے
خرچہ دیتا ہوں قیمتی کپڑے زیور بھی لا کر دیتا ہوں اور میری
یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں جب گھر آؤں تو میری بیوی خوب سجی
سنوری ہو گھر بھی صاف ستھرا ہو اچھا کھانا بنا ہوا ہو جو کہ ہم
دونوں مل بیٹھ کر کھائیں مگر یہاں پر سب کچھ میری خواہشات
کے برعکس ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ گھر گندہ کھانے کو کچھ نہیں ہوتا خستہ حال
اس بار عمران اور سمیعہ کا جھگڑا بہت بڑھ گیا تھا اور پولیس نے عمران
کو گھر سے نکال کر گھر کا تالا بدل دیا تو دونوں فریقوں کے عزیزوں
نے سمیعہ کے باپ کو پاکستان سے بلا کر پھر سے صلح صفائی کرا دی
مگر کچھ عرصہ تک وقتی طور پر صلح کے بعد اعلان جنگ کرنے کے بعد
میدان جنگ میں جلد ہی دونوں طرف کی افواج پورے ساز و

سامانِ حرب وضرب سے آراستہ پیراستہ ہوکر براجمان ہوگئیں بظاہر
سب کی نظر میں سمیعہ قصوروار تھی۔ اور سمیعہ کو قصوروار گردانتے
والے اس کو سمجھانے بجھانے کی حتی الامکان کوششیں کر رہے تھے
جبکہ عمران کے بھائی بھابھی اس کو عقل کے ناخن لینے کا مشورہ
دے رہے تھے جس کا نتیجہ صفر بٹا صفر نظر آ رہا تھا
ایک روز سمیعہ اور اس کے بھائی نے عمران کے پیچھے کرائے کے جاسوس
لگا کر معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ عمران فلاں علاقے میں فلاں
گھر میں اپنی انگریز بیوی کے ساتھ زندگی گذار رہا ہے اور بڑی
ہوشیاری کے ساتھ سمیعہ کو مجرم ثابت کرنے کی سکیم بنا کر
گھناؤنے کھیل کھیل رہا ہے۔ دراصل وہ سمیعہ سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔
مگر پھر بھی بڑوں نے ڈانٹ ڈپٹ کر کے نصیحت وفصیحت کے بعد شرافت
سے رہنے سہنے اور بسنے کی تلقین کر کے صلح صفائی کرکرا دی گئی جس
کے بعد پانچ سال اور گزر گئے اس دوران سمیعہ کی لڑکی تین سال
کی ہو چکی تھی اور اس کے دو جڑواں بیٹے بھی قریب ایک
سال کے ہو گئے تھے۔ اس وقت تین بچے سمیعہ کے اور دو بچیاں
پڑوسیوں کی سمیعہ کے پاس تھیں۔ پڑوسیوں کی ایک لڑکی ٹانگوں سے
معذور تھی اور دوسری بچی بات چیت کرنے سے معذور تھی
عمران نے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مل کر ٹیک اوے ہاٹ فوڈ کا بزنس
شروع کیا تھا پڑوسی کی بیوی بھی اپنے شوہر کے ہمراہ کام پر جایا
کرتی تھی اور اپنی دونوں معذور لڑکیوں کو سمیعہ کے پاس چھوڑ
جایا کرتی تھی تاکہ سمیعہ کے بچوں کے ساتھ رہیں۔ کوئی فکر کی بات نہ ہو۔
جو انگریز ملازم اوپر کے کام کے لئے رکھا ہوا تھا وہ اکثر عمران کے
ساتھ اس کے گھر بھی آیا کرتا تھا اکثر گھر میں سودا سلف لایا
کرتا اس کے علاوہ بھی اگر کچھ کام پڑ جاتا تو وہ کر دیتا تھا
یوں چونکہ اس کا گھر میں روزانہ کا آنا جانا رہتا اس لئے اسے خبر
تھی کہ گھر میں کتنے افراد رہتے ہیں کس کمرے میں کون سوتا ہے
گھر کے کتنے دروازے کھڑکیاں ہیں گھر کے پچھلے دروازے میں تالا پڑا
رہتا ہے اور گھر والوں کے تمام حالات سے بھی پوری طرح باخبر تھا
یعنی ہر قسم کی ہر ایک تفصیل اس کے پاس موجود تھی
اسی لئے جب پولیس نے اڑوس پڑوس سے معلومات حاصل کیں تو وہ

یہ ہی تھیں کہ ایک دراز قد دبلا پتلا کالے کوٹ کے کالر کھڑے کرکے اور اپنے
چہرے کو مفلر اور ہیٹ میں چھپا کر اندھیرے میں ان کے گھر میں داخل ہوتے
دیکھا گیا تھا اس کے علاوہ اور کسی کو بھی اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں
تھا۔ پولیس تفتیش کر رہی تھی مگر لڑکی کے عزیزوں کو پکا یقین
تھا کہ قاتل خواہ کوئی ہو۔ اس کے پس پشت عمران کا ہاتھ ہے۔

جو پڑوسی میاں بیوی اپنے بچوں کو سمیعہ کے پاس چھوڑ کر
جایا کرتے تھے چونکہ وہ عمران کے بزنس پارٹنر بھی تھے اس
لئے وہ رات کو ۱ بجے تک عمران کے ساتھ ہی کام میں جٹے رہتے
گھر آتے تو اپنے بچوں کو لے کر گھر جایا کرتے تھے۔

آج جب یہ لوگ گھر آئے تو وہ دونوں میاں بیوی اپنے سامان
کے تھیلے گھر رکھکر اور ہیٹنگ لگانے کے خیال سے اپنے گھر چلے
گئے کہ گھر کچھ گرم ہو جائے تو عمران کے گھر سے اپنے بچوں کو
لے کر آئیں گے اور جب تک اپنا سودا سلف بھی ٹھکانے رکھ لیں گے۔

ادھر سمیعہ کا شوہر عمران اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ دیکھکر
اس کی چیخیں نکل گئیں کہ سمیعہ قالین پر مردہ پڑی ہے اور
دونوں بیٹے اس کے دائیں بائیں بیٹھے رو رہے ہیں اور سمیعہ
کو ہلا ہلا کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں دودھ پلاؤ ان بچوں کی پہلی
سالگرہ اگلے روز ہوتا تھی اسی لئے وہ معصوم پوری طرح بات چیت
نہیں کر سکتے تھے۔ بس اپنی بے زبان میں تحرّا کا تقاضہ کرتے رہے خطرہ سے بے خبر۔
حصے داروں کی جو بیٹی ٹانگوں سے معذور تھی وہ تو وہیں صوفے
پر ہی پڑی وحشت سے نیم جان ہو رہی تھی۔ دوسری لڑکی بھی
سمیعہ کی بیٹی کے ساتھ صوفے کے پیچھے چھپ کر بیٹھی ہوئی تھی
اور بڑی ہی خوف زدہ تھیں وہ لڑکیاں خوف و دہشت کے باعث
ہلنے جلنے اور بات چیت کرنے کے قابل ہی نہیں رہی تھیں

عمران کی چیخ و پکار سنتے ہی بزنس پارٹنر اپنی بیوی کے ہمراہ
بھاگا آیا انہوں نے دیکھا مقتولہ زمین پر چاروں شانے چت
پڑی ہے پولیس بلا لی گئی۔ تفتیش شروع ہوئی۔
سب سے پہلے شوہر مشتبہ تھا کیونکہ کئی مرتبہ سمیعہ نے رپورٹ

درج کروائی تھی کہ عمران مختلف ذرائع سے مجھے جان سے مارنا چاہتا ہے ۔ کبھی سمیعہ سوئی ہوئی ہوتی تو عمران گیس کا ہیٹر یا پھر گیس کا چولہا کھلا چھوڑ کر گھر سے چلا جاتا تاکہ کچی گیس پھیل کر سمیعہ مر جائے یا پھر گیس سر کو چڑھ کر سمیعہ پاگل ہو جائے تو عمران کی جان چھوٹ جائے یعنی سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ۔ جب کبھی گھر میں تو تو میں میں ہو جاتی تو عمران دودھ میں چند قطرے تیزاب کے ڈال دیتا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سمیعہ چائے بہت پیتی ہے جب کہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ بچوں کے لئے بکری کا دودھ الگ سے خریدا جاتا ہے اور سمیعہ گائے کے دودھ کا استعمال خود کرتی ہے ۔ عمران عموماً خود تو گھر سے باہر رہتا تھا کھاتا پیتا بھی گھر سے باہر ہی ہوتا اس لئے جب سمیعہ جب تیزاب والا نقصان دہ دودھ استعمال کرتی تو اس کی زبان میں سوراخ ہو جاتے انتڑیوں میں درد پیٹ معدے میں جلن اور سوزش ہو رہتی ڈاکٹروں کو اس کی بیماری اور تکلیف کی وجہ سمجھ نہ آتی تھی ۔ سمیعہ کے قتل سے مہینہ بیس دن قبل بھی عمران نے گھر میں گیس کا چولہا کھلا چھوڑ دیا تھا اور خود بچوں کو لے کر گھر سے چلا گیا تھا ادھر کچی گیس پھیلی اُدھر خدا کی قدرت سے سمیعہ کو غسل خانے جانے کی ضرورت پڑ گئی وہ نیند سے بوجھل آنکھیں بند کئے چلی آ رہی تھی چونکہ باتھ روم تک پہنچنے کے لئے باورچی خانے سے گزر کر جانا ہوتا تھا اس لئے جوں ہی سمیعہ باورچی خانے تک پہنچی اس کی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ باورچی خانہ گیس سے بھرا ہوا تھا کہ سانس لینا دوبھر تھا اس نے جلدی سے کھڑکی دروازہ کھولا تاکہ کچی گیس نکل جائے چولھے کو بند کر کے پولیس کو فون کر دیا پولیس کا کہنا تھا کہ اگر تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو پورا مکان ایک دھماکے سے اڑ جاتا اور سمیعہ کی خوش قسمتی ہے جو وہ صحیح سلامت بچ گئی ہے کیونکہ موت تو معینہ وقت پر ہی آتی ۔

اس روز عمران اپنے اور پڑوسیوں کے بچوں کو بھی ساتھ لے کر چلا گیا تھا کہ بچے اپنے ننھیال ددھیال میں آج کھیل کود کر مل ملا کر چھٹی کا دن گزار آئیں اور سمیعہ کو کچھ آرام مل جائے اس لئے گھر پر صرف سمیعہ ہی تھی ۔

اس روز پولیس کا بھی کہنا یہی تھا کہ عمران واقعی سمیعہ کو اس طرح جان سے مارنا چاہتا ہے کہ اس پر کسی کو شک ہی نہ ہو سکے اور ساری واردات ایک حادثہ ہی لگے مگر خوش قسمتی سے وہ بچ گئی ہے۔ اب جب قتل ہو چکا تھا تو پولیس نے عمران کو شامل تفتیش کر لیا پوچھ گچھ ہونے پر بزنس پارٹنر اور اس کی بیوی نے گواہی دی کہ وہ دوپہر بارہ بجے سے لے کر رات ایک بجے تک ایک پل کو بھی ہمارے پاس سے کہیں نہیں گیا ہم سب ایک ساتھ اپنے ٹیک اوے پر کام میں مصروف رہے ہیں۔ عمران ان لوگوں کے ساتھ ہی گھر سے گیا تھا اور ان کے ساتھ ہی لوٹ کر آیا ہے جبکہ بچیاں ہوسپٹل میں پولیس نگرانی میں تھیں بچیاں تو تینوں ہی دہشت زدہ تھیں اور کچھ بتانے سے قاصر تھیں۔ کیونکہ خوف اور دہشت نے ان کی زبان بند کر دی تھی دو ہفتے گزر گئے اور اب سپیشل پولیس اور ڈاکٹروں کی کوششوں اور مدد سے بہت دنوں بعد بچیوں نے قاتل کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ قاتل کوئی اجنبی نہیں تھا وہ انگریز ملازم ہی تھا۔ مجرم پکڑا گیا۔ مقدمہ چلا مجرم کو جیل ہو گئی سمیعہ کا پوسٹ مارٹم ہوا اور پھر تجہیز و تدفین بھی ہو گئی مگر دوران تفتیش دو مرتبہ قبر کو کھولا گیا لاش کو نکال کر پھر سے دونوں مرتبہ پوسٹ مارٹم کیا گیا مگر کوئی نئی بات نہ پتہ چل سکی۔ تو عمران کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہ کیا جا سکا اور عمران صاف طور پر بچ گیا۔ جب انگریز مجرم پکڑا گیا تو دوران تفتیش اس کا کہنا تھا کہ اس روز اس کی برتھ ڈے تھی اس لئے شام ہوتے ہی اس نے چھٹی کر لی تھی اور اب شراب پینے کے لئے اسے چند پونڈ درکار تھے چونکہ اس نے خفیہ طور پر سمیعہ کے گھر کی چابی بنوا رکھی تھی اس لئے وہ شخص سمیعہ کے گھر میں چپکے سے آ گھسا تھا۔ اس وقت گھر کے لوگ گھر میں سب ٹی وی لاونج میں بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھ رہے تھے لڑکیاں ٹیلی دیکھ رہی تھیں جبکہ سمیعہ اپنے جڑواں لڑکوں کو سلانے کے لئے ان بچوں کے بیڈ روم میں تھی جب بچوں کو سلا کر وہ اپنے بیڈ روم کے قریب سے گزری تو وہ انگریز ملازم جس کا نام جیک تھا سمیعہ کے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کھولے کھڑا نظر آیا۔ سمیعہ نے پوچھا۔ وے کنجر دیا توں ایتھے کی کردا ایں؟ اب سمیعہ کو انگلش تو آتی نہیں تھی اس لئے اس نے پنجابی میں ہی

گالیاں دینا شروع کر دیں۔ سمیعہ جیک کو چیخ چیخ کر گالیاں بکتی رہی اور ہر گالی کے جواب میں جیک سمیعہ کو مکے مارتا رہا۔ اسی مار کٹائی اور گالی گلوچ کے دوران وہ ٹیلی والے کمرے میں جہاں پر وہ تینوں ننھی بچیاں تھیں وہاں پہنچ چکے تھے۔ ایسے خوفناک حالات میں پہلے تو تینوں بچیوں نے ڈر کر کمبل میں منہ چھپا لئے اور سہم کر ایک دوسری سے لپٹ گئیں مگر جب مار پٹائی اور چیخ و پکار بڑھتی گئی تو جو بیچاری بچی ٹانگوں سے معذور تھی وہ مجبوری میں صوفے پر ہی پڑی رہ گئی مگر دوسری دونوں معصوم بچیاں اپنی جان کے خوف سے دبے دبے اٹھ کر صوفے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئیں اور ایک طرف سے دیکھتی رہیں۔ وہ سہمی ہوئی تھیں کہ سمیعہ کے پیر ان کی باری ہے سمیعہ کی چیخیں دور دور تک سنی گئیں مگر ان کے پڑوسیوں نے سمجھا کہ کوئی پاکستانی فلم وی سی آر پر چل رہی ہوگی اور بچیوں نے آواز بڑھا دی ہوگی۔ اسی لئے مار دھاڑ سے بھرا سین دیکھتے یا مدد کرنے کوئی بھی نہ آیا۔ اس ظالم شخص نے دل کھول کر ظلم کمایا تھا۔ جیک نے پولیس کو بتایا کہ اس نے سمیعہ کو گلا گھونٹ کر مارنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مر سکی تو جیک نے اس کو دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر گھما گھما کر اس کا سر دیواروں سے پٹکتا رہا مگر اس کی جان نہیں نکلی تب جیک نے اس کے حلق پر دونوں پاؤں رکھ کر زور لگایا سمیعہ کے حلق پر ٹھوکریں بھی ماریں مگر وہ ایسی سخت جان تھی مرتی ہی نہیں تھی مجھے اسے مارنے میں بہت محنت کرنا پڑی تب کہیں بمشکل میں اس کو ختم کرنے میں کامیاب ہوا وغیرہ وغیرہ ظالم جیک نے بڑی زور آزمائی کی بجائے کیسے کیسے اذیتیں دیتا رہا مگر سمیعہ کے گھر سے کوئی قیمتی چیز لے کر نہیں گیا حالانکہ سمیعہ نے ایک درجن چوڑیاں اور ایک سیٹ زیور کا ہر وقت ہی پہنا ہوتا تھا مگر سب کچھ موجود تھا اگر کچھ گیا تھا تو وہ سمیعہ کی قیمتی جان گئی تھی۔ اس کی عمر ابھی 25 سال تھی اس کی نیکلس بالیاں انگوٹھیاں چوڑیاں رقوم سب جوں کے توں پڑے تھے کچھ بھی چرایا نہیں گیا تھا اس لئے اپنے پرائے سب کا خیال تھا کہ عمران نے اپنا کام کرائے کے قاتل سے کروایا ہے۔ مگر عمران کے خلاف معقول ثبوت

نہ مل سکا تو شک کا فائدہ پاکر عمران صاف بچ نکلا۔ عمران تو صاف طور پر بچ گیا تھا مگر جیک کو اقبالِ جرم پر 7 سال جیل کی سزا ہوگئی تھی اور صرف 3 سال میں جیک جیل سے رہا بھی ہو چکا تھا جب کہ پولیس کا چکر ختم ہوتے ہی عمران نے ہوٹل کے علاوہ مکان بھی بیچ دیا اور بچوں کو لے کر کسی دوسرے ملک جاکر رہائش اختیار کر لی کچھ عرصے بعد شادی بھی کر لی۔ اس بات یعنی اس واقعہ کو 35 سال گزر چکے ہیں اب تو اس کے کسی عزیز رشتے دار کو بھی اس کا ایڈریس نہیں معلوم جبکہ شروع شروع میں صرف اتنی معلومات حاصل ہو سکی تھیں کہ عمران نے سمیعہ کی زندگی کا بیمہ کروا رکھا تھا اور سمیعہ کے قتل کے بعد اچھی خاصی موٹی رقم انشورنس کمپنی سے وصول کر لی تھی اسی لئے رقم ملتے ہی اس ملک سے رفو چکر ہو گیا تھا عمران بچوں کو لے کر اس طرح غائب ہو چکا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اکثر اوقات عزیز و اقارب یاد کرتے بچوں کے ننھیال ددھیال۔ بچوں کو یاد کرکے اداس ہو جاتے ہیں وہ پریشان ہو جاتے ہیں کہ نجانے وہ معصوم کہاں رہتے ہیں؟ اور کس حال میں رہتے ہیں ان غریبوں پر کیا گزرتی ہوگی؟ سوتیلے رشتوں سے کیسے نبھتی ہوگی؟ مگر کون بتلائے کہ کیسے گزر رہی ہے یقیناً بچوں کو تو کسی عزیز رشتے دار کا ایڈریس بھی معلوم نہ ہو سکے گا۔ اور شائد ان بچوں کے لبوں پر کبھی حقیقی خوشی کی چاندنی تو بکھری ہی نہ ہوگی وہ نجانے اپنی ماں کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہوں یا پوچھتے ہونگے چونکہ یہ واقعہ 35 سال قبل پیش آیا تھا اور اب بات پرانی ہو چکی تھی قریب قریب سب ہی اس واقعے کو بھول کر اپنی اپنی دنیا کی رنگینیوں میں کھو چکے ہیں۔ اور اب تک تو وہ بچے بھی جوان ہو کر اپنے گھربار والے اور اپنے بال بچوں والے ہو چکے ہوں گے اپنی زندگی کے معاملات میں اپنے حصے کی ذمہ داریاں بھی نبھا ہی رہے ہوں گے۔

وہ حادثہ وہ واقعہ تو اب بہت پرانا ہو چکا ہے اس کہانی کو تو لوگ کسی حد تک بھول چکے ہیں سوائے ان کے اپنوں کے کہ جو خونی رشتے دار ہیں۔ مگر اب پھر سے ایک نئی کہانی نے جنم لیا ہے کل عفت کے شوہر کو پولیس پکڑ کر لے گئی پولیس کا خیال ہے کہ ملزم عارف نے اپنی سوئی ہوئی بیوی کے منہ پر تکیہ رکھ کر اسے موت کی نیند سلا دیا ہے۔ جب کہ عارف نیم پاگل کیفیت میں اپنی بیوی عفت کو پکارتا ہے اور اگر کوئی عارف سے کہتا ہے کہ عفت تو مر چکی ہے تب عارف اس بات پر

یقین نہیں کرتا اور اگر عارف سے کہا جائے کہ تم نے اپنی بیوی عفت کو قتل
کر دیا ہے تو وہ اس بات کو ماننے پر تیار ہی نہیں اس کا اصرار ہے
کہ تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو بھلا میں اپنی عفت کو کیونکر قتل
کروں گا؟ تم سب ایکدوسرے سے ملے ہوئے ہو تم نے مل جل کر باہم
پلاننگ کر کے میری عفت کو کہیں چھپا دیا ہے اور اب مجھ پر الزام
دھرتے ہو؟ تم سب گناہ گار ہو۔ تم سب پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ جبکہ عفت اور
عارف کے بچے کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم پا رہے ہیں چند ہفتے برے ہوئے
حالات میں پریشان رہنے کے بعد حالات کے سامنے ہتھیار ڈال کر
پھر سے زندگی کے معمولات پر کاربند ہو گئے ہیں۔ مگر یہ معمہ حل
نہیں ہو سکا کہ اگر عارف نے اپنی بیوی کو قتل نہیں کیا تو پھر
اصل قاتل کون ہو سکتا ہے؟ جب کہ شواہد عارف کے خلاف ملے
تھے اس لئے عارف قتل کا مجرم گردانا گیا اور اب عارف عمر قید
کی سزا پا کر جیل میں بند ہے اور اس کے بچے اپنے باپ سے شدید
نفرت کرتے ہیں۔ اور جوں توں کر کے زندگی کی تلخیوں سے نباہنے
کی کوشش میں اپنے دکھوں اور اپنی ماں کی موت کے صدمات
کا زہر گھونٹ گھونٹ کر کے زہر مار کر رہے ہیں اور وہ جیل میں
اپنے باپ سے ملنے اور اس کا حال پوچھ کر اس کی مدد کرنے کا
خیال بھی گناہ سمجھتے ہیں ان کی نظر میں بھی باپ ہی قاتل اور
مجرم گناہ گار ہے۔ جبکہ عفت اور عارف کی زندگی پر سکون خوش باش تھی
میں سوچتی ہوں نجانے بعض لوگوں کے لئے زندگی اتنی صبر آزما ہو کر سزا
کیوں بن جاتی ہے؟ حالانکہ گھر میں اتفاق تھا بچوں کی طرف سے بھی کوئی مسئلہ
اور پریشانی نہیں تھی سب بچے ذہین تھے اپنی تعلیم پوری توجہ سے حاصل کر رہے
تھے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی تمنا تھی زندگی کی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں
رہنا تھا معزز و محترم بنکر رہنے کے پلان تھے شریفانہ زندگی گزارنے کے
متمنی تھے پوری فیملی بڑی خوش باش تھی والدین اپنے فرمانبردار
اور ذہین محنتی بچوں کی کامیابیوں پر پھولے نہ سماتے ان کے ارمان
پورے ہونے میں اب زیادہ وقت نہیں رہا تھا اکثر لوگ اپنی بیٹیوں
کے رشتے بھجوا رہے تھے خیر خواہوں کا کہنا تھا کہ ہم اپنے بچوں کی قسم
نہیں کھا سکتے مگر عفت کے بچوں کی نیکی سعادت و شرافت کی قسم کھا
سکتے ہیں۔ اچانک اس حادثہ نے سب کچھ ختم کر کے رکھ دیا۔ اب بچے تو اپنی تعلیم
مکمل کر کے ٹھیک طرح زندگی گزار ہی لیں گے مگر شاید عارف کبھی بھی نہ سنبھل سکے گا۔

پگلی

کل جب میری ہوم ہلپ میری شاپنگ لسٹ اور شاپنگ کے لئے رقم لینے آئی تو میرے سامان کی فہرست بتاتے ہوئے اس نے ایک لمبی آہ کھینچی میں نے سوچا شائد اسے اپنے شوہر کی یاد آگئی ہوگی کیونکہ اس کا شوہر بھی میری طرح کینسر کے مرض میں مبتلا تھا اب دو سال قبل وفات پا چکا ہے - اور اب یہ خاتون کونسل کی طرف سے ایک کمپنی میں ملازم ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے تنخواہ پاتی ہے اس کی ملازمت میں مجھ جیسی انتہائی علیل مریضوں کی مدد کرنا شامل ہے مثلاً بستر پر بیماروں اکیلے بوڑھوں کے گھروں میں جاکر کھانا پکانا صفائی کرنا سودا سلف خرید کر لانا اور بعض مفلوج معذور ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود سے غسل بھی نہیں کر سکتے لباس تبدیل نہیں کر سکتے کھانا بھی خود سے نہیں کھا سکتے ایسے سارے مریضوں کی دیکھ بھال اور ضروریات کا خیال رکھنا ان ہوم ہلپ کرنے والوں کی ڈیوٹی میں شامل ہے تاکہ بیماروں کو آرام مل سکے.

مگر ابھی تک الحمدللہ اپنے ذاتی کام تو میں خود ہی کر لیتی ہوں جب کہ ہوسپٹل والوں کے کہنے پر یہ خواتین ہر ہفتے میں ایک بار یعنی بروز پیر ایک گھنٹے کے لئے آکر میرے کمرے باورچی خانے اور غسل خانے کی بھی صاف صفائی کر دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہر دو ہفتے بعد آکر میرے لئے دو سالن یعنی سبزی یا دال دوسرا گوشت کا سالن پکنے کے لئے چولھے پر رکھ جاتی ہیں اتنے میں ہی ان کے دو گھنٹے پورے ہو جاتے ہیں اور پھر میں ہی دونوں ہانڈیوں کو پکاتی ہلاتی جلاتی اور دیکھتی رہتی ہوں تاکہ سالن جل نہ جائے جب سالن پک کر تیار ہو جاتا ہے تو میں خود ہی سالن کو ٹھنڈا کر کے ڈبوں میں بھر کر فریزر میں رکھ لیتی ہوں پھر جب دال کھانے کا من چاہے تو فریزر سے دال کی ڈبیا نکالکر گرم کر کے کھا لیا اور سبزی کھانے کو دل چاہے نکالکر گرم کر لی یا پھر گوشت کھانے کی خواہش ہو تو اپنی حسب منشا سالن گرم کر لیتی ہوں چپاتیاں بھی بنی بنائی منگوا کر رکھی ہوتی ہیں جو گرم کر کے کھا کر اللہ تعالی کا لاکھوں بار شکر ادا کرتی ہوں کیونکہ اللہ تعالی کا کرم بے بہا ہے.

جب وہ خاتون میری شاپنگ لے کر آئی تو میں نے یوں ہی پوچھ لیا کہ شہر میں سب خیر خیریت ہے؟ یہ سنکر وہ بولی آج کے دور میں خیریت ہی تو کمیاب ہے بلکہ حقیقت میں نایاب ہو کر رہ گئی ہے۔ کل نرگس کو بھی دماغی

2

امراض کے ہسپتال بھیج دیا گیا ہے۔ نرگس بہت ہی دکھی اور مظلوم خاتون تھی
وہ بیس سال قبل بیاہ کر اس ملک میں آئی تھی ہر وقت محنت مزدوری
کر کے اپنے بچوں کو پال رہی تھی باوجود انتھک کوشش اور محنت مزدوری
کے وہ کچھ پیس انداز نہ کر سکتی تھی اور نہ ہی پاکستان اپنے عزیزوں اپنے
والدین بھائی بہنوں سے ملنے جا سکتی تھی۔ نرگس نے لوگوں کے کپڑے
سی سی کر اپنا مکان خریدا گھر کا ضرورت مطابق فرنیچر خریدا گھریلو
ضروریات زندگی پوری کرتی تھی۔ اس کا شوہر بدنصیب سعید تو شادی
سے پہلے بھی گوری کے ساتھ رہتا تھا اسے پاکستانی بیوی کی کوئی خواہش
نہیں تھی مگر والدین کے لئے بغیر تنخواہ کے ملازمہ کی ضرورت تھی
اس لئے اپنے ماموں کی بیٹی سے شادی کا ڈھونگ رچا کر دلہن کو یہاں
بلوا لیا۔ خود تو سعید کے دن رات صبح و شام نجانے کہاں کہاں کتنے خستی
کرتے گذرا کرتے تھے بس چوبیس گھنٹوں میں دو چار گھنٹے کے لئے گھر آجایا
کرتا اور گھر آکر کھانا کھا کر سو جاتا۔ سو کر اٹھتا تو گھر سے سونا پیسہ
جو کچھ ہاتھ لگتا لے کر کئی کئی دنوں تک گھر سے غائب رہتا تھا۔
کما کر تو کیا دینا تھا۔ اس بیچاری نرگس سے جو کچھ چھین سکتا وہ
چھین کر لے جاتا اس کے علاوہ مار پیٹ بھی ہوتی رہتی تھی۔ نرگس
بیچاری نے سود پر بنک سے رقم ادھار لے کر ڈیپازٹ دے کر قسطوں
پر ایک معمولی سا مکان خرید لیا تھا اس کا خیال تھا کہ اب بچے بھی ہو گئے ہیں
بچوں کو بڑے ہوتے کتنے دن لگتے ہیں ان کی شادی بیاہ کرتے ہوں گے اب تو
ساری کمائی کرایہ کے مکان پر خرچ ہو جاتی ہے اپنا گھر ہو گا تو اس کی
قسطیں ادا کر کے گھر اپنا تو ہو جائے گا۔ جب نرگس اس ملک میں آئی
تو شروع شروع میں ایک فیکٹری میں جا کر موٹے کوٹ جو کہ برف
باری کے موسم میں پہنے جاتے۔ وہ کوٹ سیا کرتی تھی شام کو گھر آکر
گھرداری کیا کرتی۔ نرگس نے فیکٹری والے سے کہہ رکھا تھا کہ گھر پر بھی
سلائی کا کام دے دیا کرو ایک پرانی مشین بھی فیکٹری والے سے خرید
لی تھی۔ اب فیکٹری سے گھر آکر جلدی جلدی گھر کے کاموں سے فراغت
پاتی اور پھر سلائی کا کام کرنے بیٹھ جایا کرتی تھی۔ یوں وہ رات کو
بھی دیر تک مشین چلاتی تاکہ جو رقم سود پر ادھار لے رکھی ہے وہ قرض
اتار جا سکے نرگس پچاس پونڈ ماہانہ مکان کی قسط ادا کرتی اس کے

علاوہ گھرداری اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کیا کرتی تھی۔ نرگس نے
ایک چھوٹا سا اپنا آشیانہ بنا لیا تھا اور ایک ایک کر کے کباڑیئے سے صوفہ
پلنگ میز کرسیاں استری وغیرہ بھی خرید کر حسب ضرورت بنیادی گھریلو
ضروریات کے مطابق گھر کا سامان اکٹھا کر ہی لیا تھا۔
نرگس کی حالت قابل رحم تھی نہ کھانے کا ہوش نہ سونے اور آرام کرنے
کی فرصت نرگس اپنے من کو مار کر محنت مزدوری میں ہی جٹی رہتی تھی
اس کی اپنی زندگی تو پہلے ہی جہنم تھی اس پر ایک بیٹا معزور بھی پیدا
ہو گیا جس کی وجہ سے نرگس کا فیکٹری جانا ناممکن ہو گیا۔ پہلے ایک
بیٹی تھی نرگس اس کو اپنی نند کے پاس چھوڑ کر نوکری کرنے جاتی تھی اور
تنخواہ ملنے پر وہ اپنی نند کو بچی کی دیکھ بھال کی فیس یا اجرت کے طور
پر ساٹھ پونڈ ماہانہ ادا کر دیتی تھی مگر جب نرگس کے جڑواں لڑکے پیدا
ہو گئے تو نرگس نے اپنی پھوپھی ساس کی منت سماجت کر لی کہ اب آپ
میرے بچوں کو میری غیر موجودگی میں سنبھال لیا کریں اس کے عوض آپ
میری آدھی تنخواہ لے لیا کریں تاکہ میں اپنی ملازمت جاری رکھ کر مکان کی
قسطیں ادا کر سکوں اور ڈیپازٹ دینے کے لئے بھی جو قرض لے رکھا ہے وہ
بھی لوٹا سکوں۔ جب مکان کی قسطوں اور دوسرے قرضوں سے جان چھٹ
جائے گی تو شائد ملازمت چھوڑ سکوں ابھی تو میرا بال بال قرض میں جکڑا
ہوا ہے میں آپ کی مدد کے بغیر یہ قرض اتار نہ پاؤں گی۔ آپ مجھ پر
ترس کھائیں اپنے پوتے پوتی کو میری غیر موجودگی میں اپنے پاس
رکھ لیا کریں۔ مجھ پر احسان کر دیں پھوپھو میں آپ کی شکر گزار ہوں گی
پہلے تو پھوپھی ساس خوب اکڑتی رہی پھر اپنے شوہر کے سمجھانے
بجھانے سے بہو کی آدھی تنخواہ کے بدلے اپنی پوتی اور جڑواں
پوتوں کی دیکھ بھال پر رضامند ہو ہی گئی۔ جب نرگس کی شادی
ہوئی تھی تو اس نے دولہا کی غیر شرعی اور غیر اخلاقی عادات
دیکھ کر سوچا کہ سمیر بری صحبت میں پھنسا ہوا ہے اب میں اپنے
شوہر کو دھیرے دھیرے راہ ہدایت پر لے آؤں گی اپنی محبت اپنی
اطاعت سے شوہر کو گھریلو ذمہ داریوں کا احساس بھی دلا
دوں گی مگر یہ نرگس کی خام خیالی تھی وہ جو کہتے ہیں ناں کہ
کتے کی دم پر بارہ سال تک خول چڑھائے رکھو اس امید پر کہ

کتے کی دم سیدھی ہو جائے گی مگر بارہ سال بعد بھی جول اترتے ہی
کتے کی دم ٹیڑھی ہو جائے گی یہ ہی معاملہ سعید بدنصیب کا تھا
وہ کمبخت اور بھی دلیر ہوتا گیا نرگس نے اپنے گھریلو حالات کبھی
اپنوں کو نہیں بتائے والدین کو بھی کچھ نہیں لکھا کہ وہ اتنی دور
بیٹھے خواہ مخواہ دکھی ہوتے رہیں گے اب تو خود ہی جیسے تیسے حالات
سے نمٹنا ہوگا۔ ویسے نرگس اپنے والدین کو خط لکھنے کی مجاز بھی
کہاں تھی بس صرف عید الفطر پر ایک عید کارڈ پر رسمی خیر خیریت
کے ساتھ عید مبارک لکھوا کر کارڈ اس سے لے لیا جاتا تاکہ خود سعید
اس کارڈ کو اپنے ہاتھوں سے پوسٹ کر دے۔ اور نرگس کہیں کوئی
ایسی ویسی بات نہ لکھ سکے۔ نرگس کے والدین بچوں کو دیکھنے کے
لئے ترستے تھے مگر نرگس حوادث زمانہ کی چکی میں پستی رہی اور اس
کے سسرال والے نرگس کے عزیزوں رشتے داروں کو پاکستان میں یہ
تاثر دے رکھا تھا کہ تمہاری لڑکی انگلینڈ جا کر آزاد ہو گئی اور وہ
اپنے بچوں کو بوڑھی ساس کے حوالے کر کے سارا سارا دن غائب رہتی
ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے شوہر کو تو کتے کی طرح کاٹنے کو آتی ہے اپنے شوہر
کی بالکل عزت نہیں کرتی جو تھکا ماندہ گھر آجائے تو اس کو جی بھر کے
ذلیل کرتی ہے زبان تو پاؤں تک لمبی کر رکھی ہے جی بھر کے بدزبانی
کرتی ہے اور وہ بیچارہ اس کی لعنت ملامت اور بکواس سے بچنے
کے لئے کسی دوست کے گھر جا کر سوتا ہے اور یہ لچی گل چھرے اڑاتی رہتی
ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جوں توں کر کے نرگس بیچاری نے مکان کی قسطیں ادا
کر دیں مکان تو بہت معمولی قیمت پر لیا تھا کیونکہ کرایہ پر لی گئی
چیز کرایہ دے کر بھی اپنی تو نہیں ہوتی۔ ٹوٹا پھوٹا پرانا سہی گھر اپنا
تو ہے۔ گھریلو ساز و سامان بھی ایک ایک کر کے کباڑیئے سے خرید
لیا گیا تھا اب نرگس کے بچے پڑھ رہے تھے نرگس کی تمنا تھی کہ اس کے
بچے پڑھ لکھ کر اچھی ملازمت کے قابل ہو جائیں اس لئے نرگس کی ہمیشہ
حتی الامکان یہ ہی خواہش اور کوشش رہتی کہ بچے ہر قسم کی پریشانی
سے محفوظ رہیں تاکہ ان بچوں کی تعلیمی کارکردگی متاثر نہ ہونے پائے۔
اس لئے جس حد تک ممکن ہوتا نرگس اپنی پریشانیاں اپنے بچوں سے
چھپایا کرتی۔ مگر بچے جوں جوں بڑے ہو رہے تھے وہ اتنا تو سمجھنے لگے تھے

کہ ان بچوں کا باپ کوئی عام باپ نہیں ہے یہ تو کوئی اور ہی شئے ہے کیونکہ
ان بچوں نے کبھی بھی باپ کی محبت اور شفقت کا مزہ نہ چکھا تھا وہ شخص تو
باپ نہیں تھا اس قسم کی کوئی بلا تھا۔ نرگس کے بچے گھر کے حالات کو سمجھتے
تھے اس لئے جب سکول سے لوٹتے تو سکول کے کپڑے تبدیل کر کے مختلف
دوکانوں پر تین گھنٹے نوکری کرتے چلے جاتے تھے وہ بچے بیچارے کسی دوکان
میں شیلفوں پر سامان لگاتے کبھی دوکانوں میں فرش صاف کیا کرتے اور
اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے اجرت لیکر گھر آتے جو کچھ میسر
ہوتا کھا لیتے اپنا ہوم ورک کر کے سو جاتے ان بچوں کو باپ کے دیدار
کا شرف مہینوں بعد نصیب ہوا کرتا تھا۔ اور پھر وہ دن ان بچوں
کے لئے کوئی باعث مسرت یا خوش کن نہیں ہوتا تھا۔ گھر میں رونا دھونا رہتا
مگر اب بچے ایسے شب و روز کے عادی ہو چکے تھے اس لئے ڈرتے سہمتے اپنے
باپ تمام درندے کے وجود کو برداشت کرنے کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ
تھا۔ سو برداشت کرتے رہتے۔ کونوں کھدروں میں چھپ کر وقت گزارتے تھے۔
بچے نہیں جانتے تھے کہ ان کے باپ کے دن رات کہاں گزرتے ہیں اور اس کے کیا
مشاغل ہیں وہ کیا کماتا ہے اور کہاں خرچ کرتا ہے۔ اگر کبھی باہر سے لوگ
بچوں کو طعنے دیتے تو بچے بیچارے روتے بیٹھتے اور اپنے باپ کے خلاف
برے الفاظ میں غصے کا اظہار کرتے۔ تو بھی نرگس بچوں کو پیار سے بہلاتی
سمجھاتی بجھاتی کہ تمہارا باپ جیسا بھی ہے وہ ہے تو تمہارا باپ، تم لوگ
اس کے بارے میں کچھ غلط نہ کہو ورنہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور تمہارا
باپ جو برائی کرتا ہے خود اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا کہ اس نے
اپنے فرائض میں غفلت کیوں برتی۔ اور اہل و عیال کے حقوق کیوں ادا نہ کئے
نرگس اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیا کرتی تاکہ
وہ باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں۔ نرگس کو شائد یہ خوف
بھی رہتا تھا کہ اگر آج بچے باپ کو برا کہیں گے کل کلاں کو میرے خلاف
بھی بولیں گے۔ اور پھر بہت ممکن ہے بالکل ہی ہاتھوں سے نکل جائیں اگر
بچے خود سر ہو گئے تو ہو سکتا ہے ان کی تعلیم کی طرف سے دلچسپی ختم
ہو جائے۔ غیر ملک پردیسی زبان یہاں پر تو یوں بھی پھونک پھونک
کر ہر قدم رکھنا پڑتا ہے اگرچہ نرگس بیچاری تمام پریشانیوں سے تن
تنہا ہی نمٹ رہی تھی اور وہ اپنی سی پوری کوشش کرتی تھی کہ حالات کسی
طور سدھر جائیں وہ مظلوم راتوں رو رو کر سجدہ ریزیاں اور دعائیں کیا

کرتی مگر اس کی دعائیں شرف قبولیت نہ پا سکیں جب نرگس کا سسر فوت ہو گیا تو نرگس کا جینا اور بھی مشکل ہو گیا اب ظالموں کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہ رہا تھا۔ اس لئے ساس نندوں دیور نے بھی گالی گلوچ مار پیٹ اور طعنہ زنی شروع کر دی کہ اگر تم کسی قابل ہوتی تو شوہر کو اپنا بنا لیتی تمہیں نہ تو گھر سنبھالنے کا سلیقہ ہے اور نہ ہی بچوں کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتی ہو ہر وقت بہانے بنا بنا کر گلی گلی گھومتی پھرتی ہو اب اگر گھر سے باہر قدم رکھا تو ٹانگیں توڑ کر رکھ دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ نرگس گھر باہر ہر کام خود کرتی بیچاری نرگس اگر کچھ نوکری نہ کرتی تو پیٹ کیسے بھرتی؟ اس غریب کے پاس کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے گھریلو اخراجات کے علاوہ اس نام نہاد شوہر کی عیاشیوں کا بار کیسے اٹھائے وہ شوہر کے نام پر جو گالی تھا اکثر لوگوں سے قرض لے کر نرگس کے گھر کا پتہ لکھوا دیتا اور کہتا کہ میرے گھر سے رقم وصول کر لے جاتا اور وہ لوگ آ کر گھر کا دروازہ پیٹتے جبکہ سعید بدمعاش گلی چھرے اڑاتا پھرتا۔ اور قرض خواہ نرگس کو تنگ کرتے رقم کا مطالبہ کرتے تھے اس پر اب نرگس کو فیکٹری جانے سے بھی روک دیا گیا۔ تو نرگس پریشان ہو کر رہ گئی کہ اب بچوں کی ضروریات؟ جب فیکٹری جانے پر بندش لگا دی گئی اُدھر فیکٹری والوں پر ٹیکس ریڈ پڑ گیا ان کی کافی چھان پھٹک اور نگرانی شروع ہو گئی تو ان لوگوں نے گھر پر سلائی کا کام دینا بھی بند کر دیا۔ تو نرگس کے ہوش اڑ گئے وہ کیا کرے؟ کتنے وقت بھوکی رہ سکے گی؟ آخر بہت سوچ بچار کے بعد وہ قریب کی کھلے کپڑے والی پاکستانی دوکان پر گئی دوکان والی سے پوچھا اگر اس کو کسی قسم کی مدد درکار ہو تو کہے مگر اس نے بتا دیا کہ میرا کام اتنا ہی ہوتا ہے جسے میں خود ہی نمٹا لیتی ہوں پھر نرگس نے پوچھا اگر کپڑے سینے کا کچھ کام مل سکے مجھے کام کی اشد ضرورت ہے۔ اگر کوئی خواتین شلوار قمیص سلوانا چاہیں تو آپ انہیں میرے پاس بھیج دیا کریں مگر دوکان والی نے کہا کہ تم جس کے بھی کپڑے سیا کرو گی میری بھیجی ہوئی گاہکوں کا کمیشن مجھے ہر ایک جوڑے میں ایک پونڈ ادا کرنا ہوگا نرگس نے شرط مان لی کہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ یوں نرگس نے گھر پر زنانہ کپڑے سینے شروع کر دیئے ایک بار مجھے بھی اس کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ گھر کیا تھا کباڑ خانہ تھا اور خود اس بیچاری

کی حالت ناگفتہ بہ تھی وہ مظلومیت کی چلتی پھرتی تصویر تھی جسکو دیکھکر پتھر
دل بھی پسیج جائے مگر اس کے اپنے جن سے ساتھ اس کا دوہرا رشتہ تھا وہ
نرگس پر کڑی نظر رکھتے تاکہ وہ کسی سے کام کے علاوہ کچھ بات نہ کر سکے
جب میں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا اس کی شادی کا تیسرا دن تھا وہ بالکل
سادہ کاٹن کے لباس میں تھی کوئی زیور نہ ہی میک اپ چپ چاپ اداس پریشان
متحیر۔ کیونکہ شوہر تو پہلے سے ہی انگریز عورت کے ساتھ رہ رہا تھا۔ نرگس کا
نکاح ٹیلی فون پر ہوا تھا سمیر اپنے والدین کے ساتھ ایئرپورٹ جاکر نرگس
کو لے آیا تھا اور اپنے والدین کی چاکری کے لئے چھوڑ کر چلتا بنا مگر جاتے جاتے
اتنی وارننگ دیکر گیا کہ میں نے تمہیں اپنے والدین کی خدمت کے لئے انگلینڈ
بلایا ہے اب اگر میرے والدین خوش ہوں گے تو ٹھیک۔ ورنہ تمہاری
چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ پر پرزے نکالنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ۔۔
پاکستان میں نرگس کے والدین تو مطمئن ہو گئے کہ بیٹی کی ذمہ داری
سے باعزت بری ہو گئے ہیں بچی کی سسرال بھی کوئی غیر نہیں ہیں سب
اپنے دیکھے بھالے اور خون کے رشتے ہیں کھاتے پیتے لوگ ہیں کوئی
ایسے ویسے تھوڑی ہیں۔ غیروں کا کیا بھروسہ؟ کون کیسا ہے؟ کیسے رکھیں
اپنا مارے گا تو بھی چھاؤں میں بٹھا کر مارے گا۔ پرائے لوگوں کا کیا
پتہ چلتا ہے بن بن کی لکڑی اکٹھی ہو گئی ہے آج کے دور میں۔
آج غالباً پندرہ سال بعد میں نے نرگس کو دیکھا تھا کیونکہ میرا گھر کافی
دور تھا۔ کبھی اس علاقے میں آنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ آج نرگس کو دیکھ
کر میں بہت افسردہ ہو گئی تھی مگر پرائے معاملات میں دخل اندازی
کی جرأت نہ کر سکی۔ مگر بہت دنوں تک اس کا معصوم حسن حزن
و الم کی تصویر بنا میری نگاہوں میں گھومتا رہا۔ وہ اجڑی اجڑی نرگس۔
اس دن میں نے سوچا نرگس نے میرے کپڑے تیار کر دیئے ہوں گے آج
جاکر لے ہی آؤں۔ لیکن ان کے گھر تو طوفانِ بدتمیزی ناقابل یقین اور
برداشت ہو رہا تھا نرگس بری طرح رو رہی تھی اور اس کا نامراد
شوہر ۔۔۔ اللہ کی پناہ ۔۔ میں نے سوچا میرا رکنا کسی بڑے خطرے کا
موجب ہو سکتا ہے اسی لئے الٹے قدموں لوٹ آئی۔ اور کچھ دنوں بعد
جاکر اپنے کپڑے لئے اس کی سلائی کی فیس ادا کی اور اس کے سر پر پیار
دے کر جب میں آنے لگی تو وہ مجھ سے لپٹ کر سسکنے لگی اس نے روتے ہوئے

بتایا کہ دیکھو باجی وہ سب سے قرض لے کر گوری کو عیش کراتا ہے یا پھر شراب
جوئے میں رقم ضائع کرتا ہے اور مجھ سے جھگڑتا ہے کہ جب سے تم آئی ہو
میرے جوئے سے برکت ختم ہو گئی ہے تم میرے لئے منحوس ہو تمہاری
نحوست کے باعث میں جوئے میں ہارتا ہوں۔ میرے جوئے سے برکت اٹھ گئی
ہے اب جو رقم میں ہار کر آیا ہوں وہ نقصان تم پورا کرو کیونکہ اب
مجھے کوئی ادھار بھی نہیں دیتا میں تو قلاش ہو چکا ہوں اس لئے تم
مجھے رقم دو۔ لوگ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں اور میں نے آج تک
تمہیں چھوٹ دے رکھی تھی مگر تم اس قابل نہیں ہو میں تمہاری چمڑی ادھیڑ دوں گا
اور باجی اس دن جب آپ میرے گھر آکر واپس لوٹ گئی تھیں اس
دن جو وہ مار رہا تھا وہ دراصل مجھے مجبور کر رہا تھا کہ رات کو
میرے ساتھ کلب میں چلا کرو اور وہاں ناچ کر پیسے کما کر مجھے دیا
کرو ابھی نرگس اس سے آگے بھی کچھ بتانا چاہتی تھی مگر غسل خانے کا دروازہ
کھلنے کی آواز سن کر گھبرا کر بولی میری ساس آ رہی ہے آپ چلی جائیں۔
میں نے جلدی سے خدا حافظ کہا اور چلی آئی۔ اب نرگس کے بچے بڑے ہو رہے تھے
اور کسی حد تک گھریلو حالات کو سمجھنے کا شعور پیدا ہو رہا تھا اس لئے
سعید خناس نے ایک نیا ڈھونگ رچایا اب اس نے گھر میں آمد و رفت
بڑھا دی سر پر ٹوپی اور ہاتھ میں تسبیح لے کر بچوں کے سامنے نماز کی بات
کرتا اور متقی عابد زاہد شخص کا روپ دھار لیا اس جلاد نے بچوں
کا برین واش کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں مشہور کرنا شروع کر
دیا کہ نرگس ذہنی مریضہ ہے یہ میری ساری کمائی بھی لے لیتی ہے اور
خود بھی سلائی کا کام کر کے جو کچھ کماتی ہے ساری رقم پاکستان میں
اپنے پچھلوں کو بھیج دیتی ہے اس کے علاوہ اپنے یاروں کو میرے گھر
میں لا لا کر میری عزت کی دھجیاں بکھیرتی ہے یہ دوغلی مکار اور
عیار عورت ہے۔ شادی سے پہلے بھی اس کے لچھن ایسے ہی ہوا کرتے تھے
اس کے ماں باپ نے ڈھکن ڈھکنے کے لئے اس کو میرے سر منڈھ دیا اب یہاں
آکر بھی یہ بدکار عورت ویسے ہی کھیل کھیل رہی ہے وغیرہ وغیرہ
اب وہ جلاد کبھی کبھی بچوں کی موجودگی میں ان کے سامنے کچھ رقم نرگس کو دے
دیتا اور جب بچے سکول چلے جاتے سعید نرگس سے وہ رقم واپس لے لیتا
اور پھر سعید بچوں کے سامنے نرگس سے کہتا کہ وہ جو رقم میں نے تمہیں رکھنے
کے لئے دی تھی اس میں سے اتنی رقم مجھے دے دو کچھ ضرورت آن

پڑی رہے جب نرگس کہتی کہ وہ رقم تو تم ساری کی ساری لے گئے تھے۔ تو وہ اپنے بچوں کو بھی ساتھ ملا لیتا اور کہتا تم دیکھ رہے ہو یہ عورت کیسے مجھے بے وقوف بتا رہی ہے حالانکہ تم گواہ ہو کہ میں نے اپنی رقم اس کے پاس امانت رکھوائی تھی مگر یہ اس رقم کو ہضم کر گئی ہے اور مجھے جھٹلا رہی ہے اب تم بتاؤ میں کیسے اس گھر میں رہ سکتا ہوں اس بدکار بدزبان عورت کی بکواس سے بچنے کے لئے اپنے دوست کے گھر رہ کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں اگر اپنے بچوں کو دیکھنے کے لئے ترس جاتا ہوں تو تمہاری محبت سے مجبور اور بے قرار ہو کر گھر آ جاتا ہوں تو میرے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے کبھی میرا تو دل چاہتا ہے کچھ کھا کر مر ہی جاؤں یہ روز روز کی جھک اور چیخ چیخ تو ختم ہو گی۔ وغیرہ وغیرہ سعید ایسی ایکٹنگ کرتا جیسے اس سے زیادہ مظلوم دنیا بھر میں اور کوئی نہ ہو وہ بچوں سے کہتا اب تم لوگ مجھے بتاؤ کیا کروں کہاں جاؤں؟ ایسے ہی ڈرامے اور ایکٹنگ کر کر کے چار سالوں کی مسلسل کوشش سے سعید نے بچوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا سعید نے بچوں کو مٹھی میں کر لیا تو اب اس نے نرگس کے کفن میں آخری کیل ٹھوکنے کا پروگرام پایۂ تکمیل کو پہنچانے کے لئے نجانے کیا جادو ٹونہ کروایا کہ بچے اپنی ماں کی صورت دیکھنے سے بھی بیزار ہوتے جا رہے تھے ان بچوں کو اپنی ماں کی ہر حرکت مشتبہ اور ہر بات میں چھل بل نظر آتے سعید نے ایسا کھیل کھیلا تھا کہ جب سعید اپنا آخری داؤ کھیلے بچے سعید کے ہم نوا ہو کر نرگس کے خلاف گواہی دیں اور نرگس کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ ہوں اور نرگس اپنے بچوں کی شکل دیکھنے کو ترستی مر جائے بس پھر کیا تھا آج اس پھیڑیے کی بن آئی سعید جو کہ خفیہ طور پر دین اسلام سے منہ موڑ کر ہندو شیطان بن چکا تھا جس پتا پر اس نے ایک مسلمان لڑکی سے شادی کا ڈھونگ رچا کر خوب دکھی اور ذلیل کر لیا تو اب سعید اپنا آخری داؤ پر عمل پیرا ہونے کے لئے گھر آ گیا اور نرگس سے کہا کہ ان کاغذات پر دستخط کر دو۔ بچے سکول گئے ہوئے تھے۔ سعید بہت جلدی میں تھا۔

نرگس نے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کیسے کاغذات ہیں؟ اور ان پر میرے دستخط کیوں ضروری ہیں؟ تو سعید نے بری طرح نرگس کو ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی کہ فوراً سے پیشتر دستخط کر دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا کیونکہ میرے پاس تمہاری بکواس سننے کے لئے بھی وقت نہیں ہے جب نرگس نے وہ کاغذات دیکھے تو باوجود اس کے کہ نرگس بہت پڑھی لکھی نہیں تھی پھر بھی اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ کاغذات اس مکان کے بارے میں ہیں

نرگس نے دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا سعید نے کافی دھکے مکے مارے مگر
نرگس گالیاں اور مار کھاتی رہی لیکن دستخط نہیں کیئے اس کے بعد سعید بکتا
جھکتا دفعان ہو گیا۔ اگلے دن جب بچے سکول چلے گئے سعید پھر آ دھمکا اور
زبردستی نرگس کو زمین پر گرا کر چند قطرے اس کے منہ میں کسی قسم
کی نشہ آور دوا ٹپکا دی چند منٹ میں نرگس کا وجود مزاحمت کرنے
کے قابل نہ رہا نرگس ایک معمول کی طرح بے بس اور سعید کے حکم کی
غلام بن گئی تو سعید نے باآسانی نرگس سے دستخط کروا لئے اور بہت خوش
کاغذات لے کر دفعان ہو گیا اس کے کیا ارادے تھے اور وہ کیا کرنے والا تھا نرگس بے خبر تھی۔
اس واقعہ کے دو ہفتے بعد کچھ لوگ آئے اور نرگس سے کہا اب آپ یہ مکان جلد
از جلد خالی کر دیں۔ نرگس نے کہا یہ مکان تو میرا ہے آپ اس مکان کو خالی کروانے
والے کون ہوتے ہیں؟ تو وہ بولے اب تو ہم یہ مکان خرید چکے ہیں۔ نرگس نے
کہا کہ میں نے تو یہ مکان بیچا ہی نہیں ہے آپ نے کیسے خرید لیا؟ مگر اگلا دن
وہ بہت سارے لوگ اکھٹے ہو کر اور ساتھ میں پولیس بھی لے کر آ گئے۔
ان لوگوں کے پاس مکان کے کاغذات بھی تھے اور ان پر نرگس کے دستخط بھی
موجود تھے اور اس سے ثابت ہوتا تھا کہ نرگس نے ایک لاکھ دس ہزار پونڈ
لے کر یہ مکان بمعہ گھر کے سامان کے ان لوگوں کے پاس بیچ کر پوری رقم
وصول کر لی ہے۔ اور اب یہ مکار عورت سب کو جھٹلا رہی ہے اسی
جھگڑے میں بچے بھی سکول سے آ گئے اب تو بچے بھی نرگس پر شک کرنے
لگے کہ ہماری ماں پہلے تو ہمارے باپ کے ساتھ گھناؤنے کھیل کھیلتی رہی
تھی اور اب جو گھر ہم سب نے مل کر جگہ جگہ محنت مزدوری کر کے ماں
کی مدد کرتے رہے کہ گھر کا قرض اتر جائے اب ہماری ماں نے وہ ہی گھر
بیچ دیا ہے اس عورت نے ہماری عزت مٹی میں ملا دی ہے ہمارا یہ
سر چھپانے کا آسرا چھین لیا ہے اس نے رقم ہضم کر لی ہے اور اب دکھاوا یہ
کر رہی ہے کہ میں نے تو مکان بیچا ہی نہیں جب کہ کاغذات پر اس کے دستخط
اس اقرار کے ساتھ موجود ہیں کہ اس نے رقم وصول کر لی ہے اسی تو
تو میں میں کے دوران سعید بھی وہاں آ پہنچا اس نے پولیس کو بتایا کہ
اس عورت کی ذہنی حالت قابل اعتبار نہیں ہے خود ہی غلط سلط کام
کر لیتی ہے اور پھر صاف مکر جاتی ہے اب تو مجھے بھی اس عورت سے خوف
آتا ہے کہ کہیں بچوں کو اور مجھے بھی کوئی جانی نقصان نہ پہنچائے۔ ایک دن

مجھے کہہ بھی رہی تھی کہ میں تمہیں جان سے مار دوں گی یہ سب بکواس سنکر نرگس
نے کہا کہ یہ سب جھوٹ کہہ رہا ہے دراصل بات یہ ہے کہ غالبًا ایک ماہ قبل یہ
مجھکو کچھ کاغذات پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کر رہا تھا مگر جب میں نے
انکار کر دیا تو اس نے زبردستی کوئی نشہ آور دوا پلا دی اس کے بعد
شائد جب میں اپنے ہوش وحواس میں نہ رہی تو اس نے مجھ سے دستخط
کروا لئے ہونگے مگر اللہ گواہ ہے کہ میں نے کوئی رقم کسی سے بھی وصول نہیں
کی یہ میرا چھوٹا سا گھر میرا سر چھپانے کا ٹھکانہ ہے میں اسے کیوں بیچوں
گی اور اسے بیچ کر کہاں رہوں گی ؟؟؟ - آپ لوگ میرا یقین کریں - میں نے مکان نہیں بیچا
یہ سب سنکر سعید بولا دیکھا میں نے تو پہلے ہی بتایا ہے کہ یہ عورت مکمل
طور پر پاگل ہو چکی ہے یوں ہی اول فول بکتی اور نجانے کیا کیا کرتی رہتی
ہے - آپ بے شک بچوں سے پوچھ لیں - نجانے سعید نے کیا پڑھکر پھونکا کہ
بچے بھی باپ کی ہاں میں ہاں ملانے لگے تھے اس پر سعید کی بن آئی اس نے
پولیس سے کہا کہ میری بیوی بیچاری ذہنی مریضہ ہے اس کو مکمل علاج
معالجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے اور اس کو ذہنی امراض کے ہسپتال
لے جانا ضروری ہے اس سے پہلے کہ یہ دوسروں کو یا خود کو کوئی نقصان
پہنچا لے - آپ برائے مہربانی اس کو ذہنی مریضوں کے ہسپتال لے جائیں - اس لئے
نرگس غصے میں تھی اور سعید کو پولیس کو اور مکان خالی کرانے والوں کو
برا بھلا کہہ رہی تھی جو خوامخواہ ہی نرگس کو پاگل ثابت کر کے
اس کا مکان ہتھیانا چاہتے تھے اور بیچاری نرگس کو دھوکے باز فریبی
چال ساز عیار مکار پاگل وغیرہ وغیرہ نجانے کیا کچھ بتا رہے تھے وہ
اکیلی مظلوم مجبور عورت اتنے سارے نختڑوں ٹھگوں کے درمیان پھنسی تھی
پولیس نے ایمبولنس بلائی تاکہ نرگس کو پاگل خانے لے جائے نرگس اپنے
دفاع میں چیخ چلا اور مدافعت میں کوشاں تھی پاگل خانے کے عملے نے نرگس
کو زنجیروں میں جکڑ کر ایمبولنس میں ڈالا اور لے گئے - سعید وہاں
سے کھسک گیا - بچے دربدر ہو گئے بڑا لڑکا اٹھارہ سال کا تھا دوسرے
بچے سولہ سے کم عمر تھے - بچوں کو پولیس نے لاوارثوں کے ادارے کے حوالے
کر دیا پاکستان والے رشتے دار نرگس کو قصوروار جانتے ہیں جو انگلینڈ
میں آکر آوارہ ہو گئی والدین بھی سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے نرگس پر
تھو تھو کرتے ہیں اب نرگس سے ملنے کوئی بھی نہیں جاتا - آہ بیچاری نرگس
پگلی - اپنے بچوں کو دیکھنے کے لئے ترستی ہے تڑپتی ہے - مگر بے بس مجبور لاچار ہے